اسلام کا نظریہ جہاد دورِ حاضر کی دہشت گردی سے مُبرا ہے

زبیدہ عزیز
ریسرچ اسکالر، شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی

دین اسلام سلامتی، اخوت مساوات اور رواداری کا ترجمان ہے۔ ساتویں صدی عیسوی میں انسانیت ظلم وستم اور جبر وتشدد تلے پسی جارہی تھی۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے سسکتی ہوئی انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھا۔ اسلام قبول کرنے سے قبل اور قبول اسلام کے بعد یثرب کے دو عرب قبائل اُوس وخزرج کی حالت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جس کے متعلق رب العزت فرماتا ہے کہ:

''تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تم کو بچالیا''

اسلام کی تعلیمات نے انتہائی قلیل مدت میں روم وایران کی جابر اور قاہر سلطنتوں کو اپنے پاؤں تلے روندا چین کی سرحد سے لے کر مراکش اور اندلس تک اسکے اثرات پھیل گئے۔

پانچویں صدی ہجری اسلام کی بڑھتی ہوئی عسکری طاقت سے خائف ہو کر مذہب کے نام پر محاربات کے سلسلے کا آغاز کیا۔ جو تاریخ عالم میں صلیبی جنگوں کے نام سے موسوم ہیں۔ اسکے باوجود اسلام کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔

''اسلام دہشت گردی کا علمبردار ہے''

انیسویں صدی میں مغربی استعمار نے افریشیائی ممالک کو اپنے مفادات کی خاطر استعمال کیا۔ اپنی طاقت سے کہیں زیادہ اور جدید اسلحہ سے لیس طاقت سے خلاف مقاومت کا واحد حربہ گوریلا جنگ کی صورت میں ہی ہوا کرتی ہے۔ عہد قدیم سے آج تک مظلوم اقوام یہی طریقہ اختیار کرتی چلی آرہی ہیں۔ خودکشی، حملے اور طیاروں کا اغوا وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں جسکے خوف سے مغربی طاقتیں تھرا اُٹھتی ہیں۔ انیسوی صدی کے آخر میں سوڈان پر انگریزی تسلط کے خلاف تحریک آزادی کا آغاز ہوا اور جذبہ جہاد سے سرشار مجاہدین نے سوڈان سے انگریز کو نکال باہر کیا تو مغرب کے ایوان کانپ اُٹھے۔ مغرب کے تمام پروپیگنڈے کے باوجود مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ کم نہ ہوا تو جدید اصطلاح دہشت گردی وضع کر کے محبانِ وطن اور آزادی کے متوالوں کو 'دہشت گرد' کے خطاب دے کر خود کو امن کا علمبردار مشہور کر کے دنیا کی اقوام سے ان کے خلاف ایک صف میں منظم ہونے اور ان کے خلاف کارروائی میں شمولیت کی اپیل کی اور انحراف کرنے کی صورت میں اسے بھی دہشت گردوں کا حامی یا دہشت گرد کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

مغربی ممالک جہاد کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے مجاہدین اسلام کو دہشت گرد، قزاق، لٹیرا اور وحشی کے القابات سے پیش کر رہے ہیں دہشت گردی کا فروغ ایک ایسا معما ہے جس نے دنیا کو سنگین خطرات سے دوچار کر دیا ہے دوسری طرف اہل اسلام کو ظالم اور دہشت گرد قوم ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اسلامی مسائل میں جہاد کو اہم درجہ حاصل ہے مگر غیر مسلم اربابِ نظر نے جس طرح اسلام کے دیگر اصول اور احکام کی غلط تعبیر کی ہے جہاد کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا ان کے نزدیک جہاد کا مقصد دوسری اقوام پر غلبہ پانے کے بعد ان کو اسلامی نظام سیاست کا پابند بنانا ہے حالانکہ اسلام نفسِ انسانی کا احترام کرتا ہے اسے مقدس قرار دیتا ہے اسلام اور جہاد دہشت گردی کے ساتھ کسی بھی طرح سے مطابقت نہیں رکھتے مذہب اسلام احترام نفس اور احترامِ آدمیت کے اصول سکھاتا ہے۔

جہاد کی تعریف

دین اسلام امن وسلامتی کا علمبردار ہے۔ تاریخی نقط نظر سے امن وآشتی اور سلامتی کے حصول کیلئے امن پسند اقوام کا اتنا طاقتور ہونا ضروری ہے کہ کوئی دوسرا اسکے سکون کو تباہ نہ کر سکے دورِ حاضر کی متمدن، جدید ترین اور طاقتور ترین اقوام بھی اس فلسفے کی قائل ہیں کہ تاریخ انسانی نے ہمیشہ طاقت ور کو جینے کا حق دیا ہے۔ اور Surivival of the fittest کا اصول نظریاتی طور پر نہیں بلکہ عملاً رائج ہے۔ چنانچہ مذہب اسلام نے بھی وَاَعِدُّوْ لھم مااستطعتم من قوۃ۔ ان کیلئے قوت طاقت جمع کرو۔ (۱)

کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ مسلمان کو طاقت میں رہ کر امن وسلامتی کو فروغ دینا چاہیے۔

''جہاد'' عربی زبان کا لفظ ہے جسکے معنٰی انتہائی کوشش کسی کام یا مقصد کے لئے اپنی پوری توانائی اور صلاحیت کو صرف کرنا۔ اسلامی اصطلاح میں جہاد کے معنٰی ہیں کہ اللہ کے دین کی سربلندی، حمایت کیلئے حددرجہ کوشش اور محنت، بشرطیکہ اس سے صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی مقصود ہو۔ یعنی جہاد سے مُراد صرف دشمن کے خلاف مسلح جنگ ہی نہیں بلکہ ایک جامع، ہمہ گیر، ہمہ وقتی جہد وعمل اور کاوشوں کا نام ہے اور مسلح جہاد صرف ایک اسکا شعبہ ہے۔ (۲)

جہاد سے مُراد جنگ نہیں بلکہ جدو جہد کے ہیں۔ جیسے علم کے حصول کے لئے جدو جہد، اپنے مال ودولت کو اسلام کے استحکام پر خرچ کرنے کی کوشش، ایک ظالم حکمران کے خلاف جدو جہد بھی جہاد میں شامل ہے۔ لیکن ہر جنگ کو جہاد نہیں کہا جاسکتا۔ جہاد اپنے مقصد طریق کار اور نصب العین کے اعتبار سے محض اسلام کے تحفظ کیلئے ہوتا ہے۔ یہ ایک بااصول جنگ ہے۔ جسمیں صلح وآشتی کی اہمیت معاہدات کی پابندی، عورتوں، بچوں، بوڑھوں سے نیک سلوک، عبادت گاہوں کا احترام، درختوں، فصلوں اور پانی کے چشموں کی حفاظت، دشمنوں کے ساتھ نرمی، قیدیوں سے حسن سلوک اور دیگر امور وغیرہ

شامل ہیں۔ یہ ایک تعمیری اور حددرجہ اصولی قسم کی جنگ ہے جسکی اخلاقی حدود متعین ہیں۔

''جہاد'' جن مقاصد کے حصول کیلئے کیا جاتا ہے وہ کسی بھی طرح انسانیت کے مفادات سے تصادم نہیں رکھتے۔ بلکہ انسانیت کی حقیقی فلاح ان سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں کے دینی فرائض میں سب سے بڑا فریضہ اپنے قومی استقلال کی سختی سے حفاظت ہے اسکے لئے دین اسلام نے اپنے پیروں کو جنگ کی محض اجازت ہی نہیں دی بلکہ سختی سے تاکید کی ہے کہ جب مسلمانوں پر ظلم وستم ہو، انھیں دین حق سے روکا جائے، اہل کفر کی کوئی جماعت مسلمانوں سے معاہدہ کی عہد شکنی کرے اندرونی اور بیرونی دُشمن ملک کے اندر فساد اور قتل وغارت گری کریں۔ امن وامان میں خلل ڈال کر اسلامی نظام کے خاتمے کی کوشش کریں تو مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ اسلام کے استحکام اور مظلوموں کی امداد کے لئے جدوجہد کریں۔ (۳)

مسلمانوں کی زندگی کا ہر عمل انسانوں کی اصلاح وتعمیر ہے اور اسی بنا پر ان کو بہترین اُمت کا منصب دیا گیا ہے اور اس راہ میں جو بھی کوشش کی جائے خواہ قلم سے ہو، زبان سے، یا تلوار سے وہ جہاد کے معنوں میں داخل ہوگی۔ (۴)

جہاد کو چار اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ جہاد باالقلب

۲۔ جہاد باالسان، والقلم، یا جہاد باالعلم

۳۔ جہاد باالمال

۴۔ جہاد باالنفس، یا جہاد باسیف

اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف جدوجہد، جہاد باالقلب کہلاتا ہے۔ نفس کی باطل خواہشات کو قابو میں رکھنے اور نفس امارہ کے مُنہ زور گھوڑے کو شریعت کی لگام دینے کا نام ہے یہ ایک مشکل جہاد ہے۔ اسی لئے اسے ''جہاد اکبر'' کہا گیا ہے۔ باطل عقائد ونظریات کو دلائل سے ثابت کرنے کا نام جہاد باالقلم ہے۔ معاشرے سے بُرائیوں کے خاتمے کیلئے نصیحت اور تبلیغ کرنا دراصل زبان اور قلم سے جہاد مُراد ہے۔ اللہ کے دین کی سربلندی، اور مسلمانوں کے دفاع کیلئے مالی وسائل کو بروئے کار لانا جہاد باالمال کہلاتا ہے یعنی اللہ کی راہ میں اپنا مال اور جان تک قربان کرنا اور جب ایک شخص اپنے دین کے تحفظ اور ملت کے استحکام کیلئے میدان جنگ میں اُترتا ہے اور اس جنگ میں اپنی جان کو قربان کردیتا ہے۔ جہاد باسیف کہلاتا ہے اور اسی جنگ میں ہلاک ہونے والے کو شہید کہتے ہیں۔

جہاد اسلامی پر یہ اعتراض کہ یہ دنیا میں تشدد پھیلانے اور خوف وہراس کو ہوا دینے کا ایک آلہ ہے سوال یہ بھی اٹھایا جاتا ہے کہ اسلام میں بے دریغ مرنے اور مارنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ مذہبی تعصب یا مذہبی جنون کا نتیجہ ہے یا ہوس دولت اور ہوس ملک گیری کا نتیجہ ہے یا محض دہشت گردی ہے؟

تاریخ انسانی میں جتنی بھی جنگیں لڑی گئی انکے پیچھے دوسرے محرکات کے علاوہ دو بڑے محرکات یہ رہے ہیں (۱) ہوس

دولت اور ہوس ملک گیری (۲) مذہبی جبر موجودہ صدی میں دو عظیم جنگیں لڑی گئیں ان دونوں جنگوں میں فریقین کے اغراض ومقاصد اس طرح تھے۔

دہشت گردی کا مفہوم

لفظ ''دہشت گردی'' کے معنٰی ڈر، خوف اور خطرہ کے ہیں۔ انگریزی زبان میں دہشت کے لئے لفظ ''terror'' استعمال ہوتا ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں دہشت، خوف، ڈر کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ دہشت گردی ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہونے والا لفظ ہے۔ مگر اس کی تعریف ابھی تک جامع انداز میں سامنے نہیں آئی۔ مختلف ماہرین علوم نے اسکی تعریف الگ الگ انداز سے کی ہے۔ لیکن اس عمل میں مشترکہ بات یہ ہے کہ تشدد اور تباہی کے ذریعے سیاسی مقاصد کا حصول اسکی اصل روح ہے۔ دہشت گردی ایک ایسا فعل ہے جس میں بڑی منصوبہ بندی اور سوچ بچار کے بعد تشدد اور تباہی کا مخصوص راستہ اپنایا جاتا ہے اس فعل میں ایک آدمی کا بھی کردار ہوسکتا ہے۔ اور ایک گروہ بھی۔ تاکہ مخصوص قسم کے سیاسی، مذہبی، لسانی ونسلی مقاصد حاصل کئے جاسکیں۔ اگر یہ فعل مالی فوائد کے حصول کیلئے کیا گیا ہوگا تو ریاست کو بھاری مالی نقصان سے دوچار کردے گا۔ (۵)

دہشت گردی کیلئے تشدد وتباہی کے راستے سے مراد تخریبی تشدد subversive violence ہے۔ جس میں اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کیلئے دہشت گرد تنظیم کے افراد ہنگامے کرواتے ہیں اور معاشرے میں بدامنی پھیلاتے ہیں ایک امریکن فلاسفر جن کن (Jenkins) دہشت گردی کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے؛ ''دہشت گردی نام ہے دہشت کئے جانے کے خوف کا اور تشدد کے واقعات کے تسلسل کا تاکہ خوف کی فضا قائم رکھی جاسکے۔ ضروری نہیں کہ تشدد کی یہ کاروائی انہی لوگوں کے خلاف ہو جو دہشت گردوں کے مخالف ثابت ہوتے ہوں (بلکہ اکثر اوقات وہ اسکی زد میں نہیں آتے) زیادہ تر تشدد کا نشانہ بننے والے معصوم لوگ ہوتے ہیں اس لئے خوف کی فضا دہشت گردی کا آخری مقصد نہیں بلکہ یہ تو ایک راستہ ہے۔ اصل منزل تک پہنچنے کا۔ (٦)

دہشت گردی کی تعریف اس لئے مشکل ہے کہ ''دہشت'' کو مختلف موقعوں پر مختلف معنٰی دیئے جاتے ہیں پھر ہر ایک شخص میں ''دہشت'' کو قبول کرنے یا دہشت زدہ ہونے کی شدت بھی موقعہ کی مناسبت سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کئی حکومتیں اپنے مذموم سیاسی انتقام کے لئے بھی دہشت کے حربے استعمال کرتی ہیں اور وہ اپنے ملک میں موجود چھوٹی سیاسی جماعتوں کو ختم کردینا پسند کرتی ہیں۔ برسر اقتدار اور سیاسی گروہ کو اسکے تمام یا بعض سیاسی یا سماجی معاشی نظریات تبدیل کرنے کیلئے دہشت کو بطور دباؤ استعمال کرنے کا نام ''دہشت گردی'' ہے اس میں تشدد کے استعمال کرنے کی دھمکی بھی شامل ہے اور تشدد کا واقعی استعمال بھی۔ (۷)

دہشت گردی کا خاص مقصد غیر قانونی سرگرمیوں اور کاروائیوں کے ذریعے ایک خاص علاقے، ریاست یا ملک میں

رہنے والی اقلیتوں کے اعتماد کو متزلزل کرنا ہوتا ہے تا کہ زیادہ تر لوگ اپنے آقاؤں یا اپنی حکومتوں سے متنفر ہو جائیں حتیٰ کہ اُن کی علیحدگی کا عمل مکمل اور نا قابل تغیر ہو جائے۔ ان کے مقاصد میں جمہوری حکومتوں کو نا قابل برداشت حد تک تنگ کرنا شامل ہوتا ہے یہاں تک کہ ان کے مطالبات من وعن قبول کر لئے جائیں۔(۸)

1977ء میں امریکہ کی خفیہ ایجنسی سی۔آئی۔اے دہشت گردی رپورٹ میں کہا؛ ''تشدد و تباہی کا خوف پیدا کرنا ہی دہشت گردی ہے جس کا مقصد سیاسی عزائم میں کامیابی ہے۔ خصوصاً ان حالات میں جب کہ دہشت گردی کی کاروائیاں ارباب اختیار پر اثر انداز ہونے کیلئے کی جائیں تا کہ ان کے رویے تبدیل ہو جائیں یا پھر ارباب حکومت کی بے چینی، عام افراد کی پریشانی وخوف نیز دہشت گرد تنظیم کی کامیابیاں اس مخصوص علاقے ریاست، حکومت کی سرحدیں پار کر کے عالمی سطح پر ہلچل مچا سکیں۔ دھمکی یا تشدد کا استعمال جو عموماً شہریوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔(۹) تا کہ سیاسی مقاصد حاصل کئے جا سکے۔ مخالفین کو خوفزدہ کیا جا سکے یا نقصانات کا پرچار کیا جا سکے۔ دہشت گردی کے خلاف عالمی سطح پر جنگ کے پس منظر میں یہ بات جاننا ضروری ہے کہ دہشت گردی کیا ہے؟ اس کی عمومی تعریف یہ ہو سکتی ہے۔'' تشدد کا واقعی استعمال یا اس کی دھمکی جو ایک چھوٹا سا گروہ ایسے بڑے گروہوں کیلئے استعمال کرتا ہے جو اُن سے متحارب نہیں ہوتے۔ اس کا مقصد مخصوص سیاسی مقاصد کا حصول ہو سکتا ہے۔

دہشت گردی دو متحارب گروہوں کی کاروائیوں کا نام نہیں بلکہ اس میں ایک گروہ دوسرے غیر متحارب گروہ سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ دہشت گرد گروہ ہمیشہ مختصر ہوتا ہے۔ جو بڑے غیر متحارب گروہوں کے خلاف اور اُنہیں نقصان پہنچانے کی کاروائیاں کرتا ہے دہشت گردی کی اصطلاح تعریف یہ ہے کہ ''دہشت گردی'' کسی سیاسی مقصد کے حصول کیلئے حکومت، عوام یا کسی فرد کے خلاف باقاعدہ منظم طور پر خوف و ہراس یا نا قابل تصدیق تشدد کے استعمال کا نام ہے۔ سیاسی تنظیمیں اپنے قدامت پسندانہ اور جدت پسندانہ اہداف کے حصول کے لئے دہشت گردی کرتی ہیں اسی طرح قوم پرست، نسلی و لسانی گروہ، انقلاب پسند گروہ اور خود حکومتی فوج اور خفیہ پولیس بھی دہشت گردی کا ارتکاب کرتی ہیں۔(۱۰)

خوف و دہشت اور خطرے کا ماحول پیدا کرنے کا نام دہشت گردی ہے دہشت گرد لوگوں کو قتل کرتے ہیں اغوا، بم دھماکے کرتے ہیں۔ ہوائی جہاز ہائی جیک کرتے ہیں۔ آگ لگاتے ہیں اور اسی طرح شدید ترین جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ لیکن دہشت گردوں کے اغراض و مقاصد عام مجرموں کی نسبت مختلف ہوتے ہیں اکثر و بیشتر مجرم مال و دولت یا کسی ذاتی مُنفعت کیلئے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جب کہ عام طور پر دہشت گرد صرف سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔(۱۱)

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

دہشت گردی کی مختلف تعریفوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سیاسی اغرض و مقاصد کے حصول کیلئے خوف و ہراس کی فضا پیدا

کرنا، تشدد وقوت اور قتل عام کے ذریعے دہشت پیدا کرنا، بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا، بم دھماکے کرنا سول آبادیوں اور نجی وسرکاری عمارتوں کو تخریب کاری کا نشانہ بنانا۔

امریکہ کی تنظیم C.I.A نے عالمی دہشت گردی کی تعریف یوں کی ہے کہ ''تشدد وتباہی کا خوف پیدا کرنا، دہشت گردی ہے تاکہ اس سے ارباب اختیار کے رویے تبدیل ہوجائیں حکومتی لوگوں کی پریشانی بڑھے اور عام لوگ بے چین ہوں''۔(۱۲)

جبکہ جہاد کی تعریف اس کے برعکس ہے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ہرممکنہ کوشش کرنا اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے ہرطرح کی جارحیت کا مقابلہ کرنا جہاد ہے۔ جہاد صرف قتال کا نام نہیں بلکہ استحکام ملت کی ہر کوشش کو جہاد کہا گیا ہے۔علم کے لئے جدوجہد اپنے مال کو اسلام کے استحکام پر خرچ کرنے کی کوشش، بلکہ سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا بھی جہاد میں شامل ہے۔(۱۳)

جہاد اور دہشت گردی اپنی تعریفوں کی روشنی میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں یہ دونوں لفظ اپنے وجود، اشتیاق بناوٹ کے لحاظ سے جداگانہ حیثیت ومطلب رکھتے ہیں ان دونوں کو ایک ہی چیز قرار دین عدل وانصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔

مقاصد کے لحاظ سے فرق

دہشت گردی کا بنیادی مقصد ملک کی معیشت پر کنٹرول کرنا، انہیں اپنا تابع کنٹرول یا حامی بنانا، مسلسل خوف طاری رکھنا، بدامنی کی فضا پیدا کرنا، سیاسی اثر ورسوخ پیدا کرنا، جب کہ جہاد کے اغراض ومقاصد غیر اخلاقی نہیں ہوتے۔ بلکہ جہاد انتہائی نیک مقاصد اور ناگزیر صورتوں میں کیا جاتا ہے۔جن صورتوں میں ہتھیار اٹھانے پر دنیا کی کوئی قوم قدغن نہیں لگاسکتی۔ جہاد مقاصد ہیں؟

حقوق کا دفاع

یعنی عزت مال جان اہل وعیال اور گھربار کا تحفظ ہرانسان کے حقوق میں شامل ہے۔دنیا کا کوئی بھی اخلاقی قانون اور ضابطہ کسی فرد یا جماعت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی کے حقوق کے پامال کریں۔

ظلم بدلہ

جس طرح دین اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کے خلاف بلا جواز ظلم وتعدی کا مظاہرہ کیا جائے اس طرح اسلام اسے بھی برداشت نہیں کرتا کہ اس کے پیروکاروں پر ظلم جبر وتشدد ہو۔ بلکہ ایسی صورت میں اسلام ظلم کے خلاف کھڑے ہونے کا حکم دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''جن مسلمانوں سے کافر جنگ کررہے ہیں ان کو بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہے بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے۔ یہ وہ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا، صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے'' (۱۴)

مقبوضات کی آزادی

اگر کسی خطہ میں مسلمانوں پر ظلم وتشدد ہو اور ان کی آزادی کے تمام حقوق سلب کئے جارہے ہوں تو ان کی مدد کرنا اور ظلم کا خاتمہ کرنا جہاد ہے۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''انہیں مارو جہاں بھی پاؤ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمھیں نکالا ہے'' (۱۵)

مظلوموں کی مدد

اگر کسی خطہ میں مسلمانوں پر ظلم ہو تو مسلمانوں پر بقدر استطاعت یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کی مدد کریں۔ کیونکہ اسلام ظلم کی کوئی صورت کبھی برداشت نہیں کرتا۔ خواہ وہ ظلم مسلمانوں پر ہو یا غیر مسلموں پر۔ ظالم، غیر مسلم ہو یا مسلمان اسلام کی نظر میں وہ اسی طرح مجرم ہے جس طرح کوئی غیر مسلم ظالم، مجرم۔ اللہ فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''بھلا کیا وجہ ہے؟ کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتوان مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے جہاد نہ کرو؟ جو یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لئے خود اپنے پاس سے حمایتی اور کارساز مقرر کردے اور ہمارے لئے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا'' (۱۶)

فساد کا خاتمہ

دنیا سے فساد کے خاتمے کیلئے جہاد کیا جاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور ان سے لڑائی کرو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کیلئے ہو جائے'' (۱۷)

اگر کسی جگہ لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا ہو لیکن انہیں زبردستی اور جبری طور پر روکا جائے ان پر مصائب اور آزمائشوں سے دوچار کیا جائے تو ایسی صورت میں فتنہ وفساد کے خاتمے کیلئے جہاد کیا جاتا؟

داخلی امن واستحکام

ملک میں اندرونی طور پر سازشوں تخریب کاروں کے ذریعے فسادات کروانا، دہشت گردی کرنا، ملک میں دہشت گردی کی کاروائیوں کے ذریعے معیشت کو کمزور کرنا ایسی صورت حال میں داخلی طور پر جہاد کو مشروط قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ اور رسولؐ سے لڑائی کرتے ہیں اور ملک میں فساد کرنے کے لئے دوڑتے ہیں ان کی یہی سزا

ہے کہ قتل کردیئے جائیں یا سولی چڑھادیئے جائیں'' (۱۸)

عہد شکنی

اگر کوئی قوم مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے وعدو کو پورا نہ کریں تو اس عہد شکنی کے جرم میں اس کے ساتھ جہاد کیا جائے گا اللہ فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں کے ساتھ جنگ کرو تا کہ وہ باز آجائیں'' (۱۹)

جہاد مسلمانوں کو غیروں کی چیرہ دستی سے بچاتا ہے اُن کی آزادی کو برقرار رکھنا، ظلم کا تدارک کرنا، فتنوں کو مٹانا اور خود دین اسلام کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھنا ہے۔ (۲۰)

لیکن جہاد کے اغراض و مقاصد، حدود و قیود اور اصول و ضوابط کے ساتھ مربوط ہیں۔ اگر ان حدود کا لحاظ نہ رکھا جائے تو یہی مقدس جہاد بذات خود فساد میں بدل سکتا ہے۔ (۲۱)

اور اسلام فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا، بلکہ فتنہ کے خاتمے کا حکم دیتا ہے۔

لاتفسدوا فی الارض.

''زمین پر فساد برپا نہ کرو'' (۲۲)

لیکن اگر تہذیب مغرب کی علمبردار قوموں کے جنگ کے مقاصد کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے وہ صرف اپنی سلطنتوں کی وسعت اور کمزور قوموں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے جنگ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مغربی تہذیب میں جنگ کے مندرجہ ذیل مقاصد جائز رکھے گئے ہیں۔

۱۔ اپنی تجارت کو فروغ دینے کیلئے دنیا کی ثروت کا اجارہ حاصل کرنا۔
۲۔ اگر کوئی حریف تجارت وصنعت کے میدان میں آگے بڑھ رہا ہو تو اُس کا سر کچل دینا۔
۳۔ اپنے دُور دراز مقبوضات کے راستہ میں جو ممالک واقع ہوں انھیں اپنے زیر اثر لانا۔
۴۔ ملکوں اور سلطنتوں کے حصے بخرے کرنا اور کمزور قوموں کو غلام بنانا۔
۵۔ اگر کسی قوم سے دشمنی ہو جائے۔ خواہ کسی وجہ سے ہو تو اسے مٹا دینا یا کم از کم زور توڑ دینا۔

جہاد اور دہشت گردی میں آداب وضوابط کا فرق

دہشت گردی ایک جُرم ہے اسکے اغراض و مقاصد کی تکمیل میں اخلاقی ضابطوں اور انسانی قدروں کا لحاظ نہیں کیا جاتا کیونکہ دہشت گردی کا سب سے بڑا ضابطہ ہی یہ ہوتا ہے کہ مقصد کی تکمیل ہونی چاہئے' خواہ اس کے لئے کتنا ہی گھناؤنا ذریعہ کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔ (۲۳)

جب کہ جہاد میں شریعت نے آداب وضوابط مقرر کر رکھے ہیں تا کہ لڑائی کے وقت صرف انہی ظالموں، سرکشوں اور شورریدہ سروں کا ہی خون بہایا جائے جو واقعی ہی سزا کے مستحق ہیں اور بے گناہ لوگوں کی جانیں محفوظ رہیں۔ جہاد کے آداب وضوابط میں اس بات کی گنجائش نہیں کہ دنیاوی مال ومتاع کو اہمیت دی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''جو شخص دنیا کی زندگی اور اسکی زینت پر فریفتہ ہو ہم اس کو ان کے کُل اعمال کا بدلہ یہیں بھر پور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انھیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا تھا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب کچھ برباد ہونے والا ہے'' (۲۴)

اسلام شہرت نام ونمود، ریا کاری اور فخر وتکبر کا مظاہرہ کرنے کے لئے لڑائی کرنے سے منع کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اتر تے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کیلئے گھروں سے نکل آتے، اور وہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو وہ کرتے ہیں۔ اللہ اس پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (۲۵)

ریاستیں اپنی برتری ظاہر کرنے کے لئے نمود ونمائش سے کام لیتی ہیں اور کمزور ممالک پر اپنی برتری کو ثابت کرنے کیلئے دہشت گردی کے حربے استعمال کرتی ہیں تا کہ کمزور ریاستیں مزید کمزور ہو کر ان طاقتور ریاستوں کے سامنے جُھک جائیں۔

اسلام نے غیر مقاتلین (جو لڑنے کے لئے خود میدان میں نہ آئیں اور نہ ہی لڑنے والوں کی مدد کر رہے ہوں) سے لڑنے اور قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ایک غزوہ میں دیکھا کہ ایک عورت قتل کی گئی ہے تو آپؐ نے اس سے ناپسند کیا اور بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع فرمایا۔ (۲۶)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا؛ ''نہ کسی بوڑھے کو قتل کرو، نہ چھوٹے بچے کو اور نہ عورت کو، اموال غنیمت میں چوری نہ کرو۔ جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے سب ایک جگہ جمع کرو۔ نیکی و احسان کرو کیونکہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔ (۲۷)

دہشت گرد تنظیموں کا مقصد زیادہ سے زیادہ جانی اور مالی نقصان پہنچانا ہوتا ہے دہشت گرد اپنے مقاصد کے حصول کیلئے کسی اصول کو مدِ نظر نہیں رکھتی بلکہ ایسی کاروائیاں کرتے ہیں جن سے املاک کو نقصان ہو۔ بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر قتل کرنا تا کہ حکومت کے خلاف نفرت پیدا ہو۔ اس کی مثال پاکستان میں 2007ء سے 2010ء تک دہشت گردی کی مختلف وارداتوں سے دی جاسکتی ہے۔ جس میں محترمہ بے نظیر بھٹو کا قتل جو 27 دسمبر 2007ء کو راولپنڈی میں ہوا اور اُس کے بعد پاکستان کے تمام شہروں میں دہشت گردی کی مختلف کاروائیاں کی گئی۔

مذہب اسلام میں یہ اصول ہے کہ جنگ میں لاشوں کی بے حُرمتی نہیں کی جاتی اور لوٹ مار کرنے سے منع کیا ہے۔

عبداللہ بن یزید انصاری روایت کرتے ہیں کہ ''نبیؐ نے لوٹ کے مال اور مثلہ (قطع اعضا) سے منع فرمایا''۔(۲۸)

دہشت گردی کی کاروائیوں میں انسانوں کو اغوا کر کے اُن کو جس ظالمانہ طریقے سے قتل کیا جاتا ہے اس کی اجازت شاید ہی دُنیا کا کوئی مذہب دیتا ہو۔

اسی طرح آگ جلانا، لوٹ مار اور بدنظمی کو پھیلانا صرف دہشت گردی ہے جس کا تعلق جہاد سے قطعی طور پر نہیں ہے زمانہ جاہلیت میں محض دہشت خوف پیدا کرنے یا جوشِ انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے دُشمن کے علاقہ میں کھیت کھلیانوں، فصلوں کو خراب کرنا مکانات کو تباہ و برباد کرنا، بستیوں کو نذرِ آتش کرنا ضروریات زندگی کی اشیاء کو قصداً تلف کرنا اور بڑے پیانے پر تخریب کاری کرنا جنگی معمول سمجھا جاتا تھا۔لیکن اسلام نے اس تخریب کاری کو فساد فی الارض قرار دے کر اس سے منع کر دیا۔جیسا اللہ فرماتا ہے؛

''اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا''(۲۹)

تبصرہ

مغربی دنیا عالم اسلام کے حوالے سے صرف شدت پسندی اور دہشت گردی کے اقدامات، واقعات کو ہی اجاگر کرتا ہے۔اسلام دہشت گردی اور شدت پسندی کو باہم بریکٹ کر دیا گیا ہے۔حالانکہ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ وہ جہاں بھی گئے امن وسلامتی کا پیغام لے کر گئے۔انہوں نے ہر قدم کو امن وسلامتی کا پیغام دیا۔اسلام صلح وآشتی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ باہمی برداشت اور امن ومحبت کا درس دیتا ہے۔اس کی تعلیمات بلا امتیاز ہر زمانے میں تمام انسانوں کیلئے یکساں اور عمل کا پیغام ہیں۔دین اسلام مسلمانوں کو اپنے مسائل حل کرنے کیلئے کسی بھی طرح تشدد کی اجازت نہیں دیتا۔اور نہ کسی قسم کا جبر روا رکھتا ہے۔اسلام پر تشدد پسندی کا الزام لگاتے ہوئے یہ کہنا کہ دینِ اسلام تلوار سے پھیلا بالکل غلط ہے۔

اس کائنات میں حق وباطل کی آویزش روزِ اوّل سے جاری ہے دونوں قوتیں اپنے حریف کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے ہر ممکن کوشش کرتی ہیں۔نظریات اور مفادات کے تصادم کے سبب افراد اور اقوام ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور اپنے مدمقابل کو شکست دینے کے لئے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔اس ہمہ گیر آویزش کے دوران کسی فرد یا جماعت کو تلوار کے استعمال سے روک دینا۔اس کو زندگی کے حق سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔تلوار کے استعمال کا حق خود زندگی کے حق کی طرح مقدس ہے۔جس طرح کسی کو زندگی کے حق سے محروم کرنا ظلم ہے۔اسی طرح بوقت ضرورت اس کو اپنے دفاع میں تلوار کے استعمال کرنے کے حق سے محروم کرنا بھی ظلم ہے۔اگر تلوار کے استعمال کو جائز سمجھنے کی وجہ سے اسلام کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے تو پھر اس الزام سے ماضی کے اولوالعزم انبیاء ورسل اور عظیم دینی رہنما بھی نہیں بچ سکے۔جیسا کہ یہودیوں کو

ان کی آسمانی کتاب کے ذریعہ حکم دیا گیا تھا۔

''جب تمہارا خدا تمہیں اس سرزمین میں پہنچا دے، جس پر قبضہ کرنے تم جا رہے ہو اور وہ 'حتیوں' وغیرہ ساتھ قوموں کو جو تم سے اعداد و شمار قوت میں زیادہ ہیں ان سے ان علاقوں کو خالی کر دے اور تمہارا رب یقیناً ان قوموں کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑے گا۔ تمہیں چاہیے کہ تم ان کو شکست دو، تمہیں چاہیے کہ تم ان کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو، تم ان کے ساتھ نہ تو کسی قسم کا کوئی معاہدہ کرو اور نہ ہی تم ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کرو'' (۳۰)

جہاں تک تعلق ہے بزورِ تلوار تبلیغ اسلام کا تو کسی کو تلوار کی طاقت سے مسلمان بنانے کی کوشش سے مسلمانوں کو نہ تو کوئی مذہبی فائدہ تھا اور نہ ہی سیاسی فائدہ اور نہ اس طریقے سے ان کے سماجی مسائل حل ہو سکتے تھے۔ اسلام دین حکمت ہے اور وہ کسی بے مقصد کام کا حکم نہیں دیتا۔ اسی لئے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو واضح ہدایات دیں کہ وہ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کریں۔

''دین میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے واضح ہو گئی ہے۔ (۳۱)

عیسائی یورپ اور پادری اپنے دین کو بطور شمشیر پھیلانا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جن ممالک میں عیسائیوں کی حکومتیں قائم ہوئیں وہاں سے ان تمام مذاہب کا صفایا ہو گیا۔ مسلمانوں نے آٹھ سو سال سپین پر حکومت کی۔ لیکن اتنے طویل اسلامی غلبہ کے باوجود ان علاقوں سے عیسائیت اور یہودیت کے مذاہب ختم نہیں ہوئے۔ بلکہ ان مذاہب کے پیروکار بڑی آزادی کے ساتھ اپنے مذاہب کی تعلیمات کے مطابق زندگیاں بسر کرتے رہے اور اسلامی حکومت میں بھی بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ لیکن جب سپین سے مسلمانوں کے اقتدار کا سورج غروب ہوا اور عیسائیت کے ہاتھوں اقتدار آیا تو سپین میں موجود مسلمانوں کے سامنے دو ہی راستے رہ گئے کہ یا تو اپنا دین چھوڑ کر عیسائیت قبول کر لیں یا اپنے دین کی خاطر آگ کے ٹپکتے ہوئے شعلوں میں کود جائیں۔ اسلام میں تلوار کا عمل دخل نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آج امریکہ، برطانیہ اور دوسرے ممالک میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ جہاد پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا میں تشدد پھیلانے اور خوف و ہراس کو ہوا دینے کا ایک آلہ ہے۔ دہشت گردی ایک ایسا عمل ہے جو ایک غیر انسانی اور مجرمانہ مقاصد حاصل کرنے کیلئے کیا جاتا ہے جس سے انسانی تحفظ اور ان تمام حقوق کو جسے مذہب اور انسانیت تسلیم کرتی ہو خطرہ پہنچتا ہو۔ جہاد کے قاعدے و قوانین اور احکامات واضح اور متعین ہیں۔ جہاد کا مطلب تو کوشش کے ہے۔ جس میں اپنے معاشرے کو بہتر بنانے کیلئے کوشش کریں چاہیے علم پھیلانے، ناداروں اور مفلسوں کی امداد کرنے کی کوشش ہو۔ جہاد بالسیف جس کو اعلان جنگ کہا جاتا ہے۔ جہاد کی آخری شکل ہے جو اسلامی ریاست اپنے دفاع کے لئے کرتی ہے اور اپنے ملک کا دفاع کرنا ہر ریاست کا حق ہے۔ ریاستیں اپنے دفاع کیلئے جتنا بہتر و مضبوط انتظام کرتی ہیں وہ اتنی ہی طاقتور تصور کی جاتی ہیں۔

جہاد بالسیف کی صورت میں دشمن کے خلاف جنگ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ فتح کی صورت میں عورتوں، بوڑھوں اور بچوں سے حسن سلوک، قومی و شخصی املاک کی حفاظت کرنا وہ عوامل ہیں جس کے متعلق قرآن وسنت میں واضح احکامات موجود ہیں، اسلامی ریاست اپنے دفاع کیلئے ویسے ہی ذمہ دار ہے جیسا کہ آج کی ترقی یافتہ اور جدید ریاستیں۔

موجودہ دور کی ترقی یافتہ ریاست امریکہ کی خارجہ پالیسی کا یہ اصول ہے خلیج کے علاقے میں پائے جانے والی تیل کے بے مثال اور وسیع ذخائر اس کے کنٹرول میں ہوں۔ اور کوئی ایسی مقامی اور ملکی قوت سر نہ اٹھا سکے جس کا تیل کی پیداوار اور اس کی قیمتوں کے تعین میں کوئی حصہ ہو۔ مشرقِ وسطیٰ کی انتہائی ترقی یافتہ اقوام میں سے عراق کا یہی سب سے بڑا جرم تھا۔ جس کی سزا دینے کیلئے امریکہ نے اس پر حملہ کیا۔ اپنی ریاست کی دفاع کیلئے عراقی عوام جب کھڑے ہوئے تو انھیں دہشت گرد کہا گیا۔

اسلام میں ظلم و جبر کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اور بلاشبہ سینکڑوں آیات میں اس طرح کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی نوعیت کی آیات کو لے کر مسلمانوں کو بدنام کیا جا رہا ہے کہ اسلام تو صرف تشدد پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔ ابتداء اسلام کی باختلاف روایات، سرایا غزوات کی ۸۰ یا ۹۰ مہموں پر تشدد پسندی کا الزام ہے۔ جن میں فریقین کے کل ۱۰/۸ آدمی کام آئے۔ اور اس تعداد میں بدر، احد، خندق، طائف اور حنین کی جنگوں کا جانی نقصان، رجیع اور بئر معونہ کے غدارانہ قتل اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر بنو قریظہ کے قتل ہونے والے لوگ سب شامل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جہاد صرف تلوار ہی نہیں بلکہ جان و مال اور زبان سے بھی ہے۔ مسلمانوں نے جہاد کا آغاز جہاد بالنفس سے کیا۔ محمدؐ نے امت کی کردار سازی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی ترقی پر توجہ دی۔ لیکن اگر اس دوران دشمن نے اسلام کو تباہ کرنے کا اردہ کیا تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور زبردست دفاعی جنگیں لڑی۔ ہر ریاست اپنے دفاع کے لئے طاقت کا استعمال کرتی ہے۔ یورو کی تمام ریاستیں اسی طریقے سے بنی اور اپنا وجود طاقت کے زور پر برقرار رکھی ہوئی ہیں۔ مغربی مفکرین نے ریاست کے ابتداء سے متعلق ''نظریہ جبر و قوت'' Theory of force پیش کیا اور بعد میں آنے والے مفکرین نے جبر اور طاقت کو ریاست کے قیام میں ایک اہم عنصر شمار کیا۔ یہ کہنا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اور اسلامی ریاستیں دہشت گرد ہیں کسی بھی طرح جائز نہیں۔ کیونکہ اگر صرف دو عالمی جنگوں کا جائزہ لیا جائے۔ جس کا کوئی عظیم مقصد نہیں تھا۔ اور نہ ہی کوئی تاریخ ساز کارنامہ، البتہ عظمت اور تاریخ سازی ہولناکی، ہیبت انگیزی اور خونریزی کی حیثیت ضرور رکھتی ہیں۔ جنگ عظیم اوّل میں صرف ہلاک شدگان کی تعداد ۸۵۰۰۰۰۰ فوجی اور سویلین کی تعداد ۱۳۰۰۰۰۰۰ ہے۔ (۳۲) جب کہ دوسری جنگ عظیم ستر ملین ہے۔ سولہ ملین صرف کمسن بچے تھے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرتے ہوئے ایٹم بموں نے قیامت برپا کی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دینے کے بعد ان کے لئے جنگ کے ایسے

اصول مقرر فرمائے کہ ان اصولوں کی وجہ سے اسلامی جہاد ان جنگوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ جو تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں انسانوں نے توسیع پسندی اور دیگر قوموں کے استحصال کے لیے دوسروں پر مسلط کی تھیں۔

حوالہ جات

۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، صفحہ:۵٦

۲۔ حیدر زماں صدیقی، اسلام کا نظریہ جہاد، اسلامک پبلی کیشنز لاہور پاکستان ۱۹۹۸۔ صفحہ:۵۸

۳۔ ایضاً صفحہ:٦۰

۴۔ ایضاً

۵۔ Antony Stevens. (2004),The Root of War and Terror, British Library New York, p. 4-5

٦۔ انعام الرحمٰن سحری، دہشت گردی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور پاکستان ۱۹۹۰، صفحہ:۴۱

۷۔ J.P.Thornton,(1964), Terror as a weapon of political agitation, Free press New york,pp.75-76

۸۔ Grant wardlaw,(1982), Political Terrorism: theory tactics and counter measures, Cambridge University press, New York, p.12

۹۔ ڈاکٹر محسن نقوی، دہشت گردی اسباب، نتائج اور حل ناشر فکشن ہاؤس لاہور پاکستان ۲۰۰۵۔ صفحہ:۱۸

۱۰۔ www.colambia.encsalabdia.come

۱۱۔ The New Encyclopedia britannica, vol, ii,p.650

۱۲۔ The world book, encyclopedia vol, 19, p.178

۱۳۔ جارج ٹینیٹ ترجمہ محمد احسن بٹ، CIA اور دہشت گردی، نگارشات پبلشرز لاہور ۲۰۰۹۔ صفحہ:۳۱۷

۱۴۔ سید سلمان ندوی، سیرۃ النبیؐ، ادارہ ترجمان القرآن صفحہ:۱۱۰۴

۱۵۔ سورۃ الحج، آیت:۳۹۔۴۰

۱٦۔ سورۃ البقرہ آیت:۱۹۱

۱۷۔ سورۃ النساء آیت:۷۵

۱۸۔ سورۃ البقرہ آیت:۱۹۳

۱۹۔ سورۃ المائدہ آیت:۳۳

۲۰۔ سورۃ التوبہ آیت:۱۰۔۱۱

۲۱۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید، ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ، طاہر سنز کراچی

۲۲۔ پاکستان ۱۹۸٦۔ صفحہ:۴۷۸

۲۳۔ حافظ مبشر حسین لاہوری، جہاد اور دہشت گردی، مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان ۲۰۰۳۔ صفحہ: ۴۷
۲۴۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام ادارہ ترجمان القرآن، لاہور پاکستان ۱۹۸۸۔ صفحہ: ۴۸۵
۲۵۔ حافظ مبشر حسین، جہاد اور دہشت گردی، صفحہ: ۷۶
۲۶۔ سورۃ ھود، آیت: ۱۶۔۱۵
۲۷۔ سورۃ انفال، آیت: ۴۷
۲۸۔ بخاری شریف باب قتل الصبیان فی الحرب صفحہ۔ ۳۰۱۵
۲۹۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی اسلام، صفحہ: ۲۲۳
۳۰۔ ایضاً صفحہ ۲۳۰
۳۱۔ سورۃ البقرہ، آیت: ۵۔۲
۳۲۔ کتاب استثناء باب ۷ آیات: ۱ تا ۲